Fikr-e-Iqbal
Vol 2 No 1, 2025

فکرِ اقبال

The Symbolic Relevance of Tipu Sultan in Iqbal's Thought

فکرِ اقبال میں ٹیپو سلطان کی علامتی معنویت

Shahid Imran
M Phil Scholar
Correspondence: qamirbhattitmp@gmail.com

Abstract

The topic of this research article is "Kalam-e-Iqbal main Tipu Sultan ka Tazkira". This research aims to scrutinise the endeavours of Tipu Sultan in Allama Iqbal's poetry. Iqbal, in his poetry, wants to arouse the passion of the Muslims of the subcontinent; in this regard, he reminds them of the bright past of the Muslims. As an example, Iqbal has emphasised in his poetry the great personalities of the history of the world, the soldiers dedicated to the abundance of struggle, the mujahideen who sacrificed their lives in the religion of Islam, the people who sacrificed their lives to achieve the destination and the difficult stages, accidents and events on them. He introduces the Muslims of the subcontinent to the achievements of great Muslim personalities and commanders, and gives them the message of thinking and action and adopting the qualities of freedom. Sultan Tipu performed such feats of freedom and bravery, which are a symbol of bravery in history today; it is based on the fact that the extent to which the British faced resistance in the form of Sultan Tipu is not found in the entire subcontinent. Iqbal puts these achievements of the Lion of Mysore as an example in front of the Islamic ummah and tries to awaken the Muslims from the dream; he also reveals the real secret of life, the example of which is the life of Tipu Sultan, who sacrificed himself and took eternal life.

Keywords:

Struggle, Sacrificed, Destination, Subcontinent, Achievements, Freedom, Resistance

Received: 10-10-2025 **Accepted:** 01-12-2025 **Online:** 31-12-2025

Licensed under CC BY-NC 4.0 (Non-Commercial, Attribution).
2025 [Author]. All rights reserved.

میدانِ جنگ میں یوں تو ساری فوج لڑتی ہے لیکن میدانِ جنگ میں فتح و شکست کا دارومدار سپہ سالار کی بہادری اور جنگی حکمت عملی پر ہوتا ہے۔ سپہ سالار اپنی فوج کو نہ صرف ترتیب دیتا ہے بلکہ دشمن پر غلبہ پانے کے لیے مختلف حربی لوازمات کا استعمال کرتا ہے۔ عسکری تاریخ میں مسلم سپہ سالار اس حوالے سے درخشاں ستارے کی طرح روشن ہیں۔ جن کی جرأت وبہادری اور میدانِ جنگ میں ثابت قدمی کے عملی نمونوں سے تاریخ بھری پڑی ہے ان کی ثابت قدمی، استقامت اور شجاعت عالمِ اسلام کے ہر فرد کے لیے عملی جدوجہد کا بہترین درس ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ پوری دنیا میں مختلف تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں ان تبدیلیوں نے انسان کی تہذیب و تمدن، فکر اور سوچ پر گہرا اثر ڈالا ہے جدیدیت اور مغربی تہذیب نے دنیا کے ہر کونے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے۔ موجودہ دور میں نئی نسل کی تاریخِ اسلام میں دلچسپی نہ ہونے کے برابر ہے۔ ضروری ہے کہ نئی نسل اپنے اسلاف کی عظمت، بہادری اور جنگی کارناموں سے روشناس ہو تاکہ ان کے اندر اپنے اسلاف کی عظمت کا احساس اجاگر ہو۔ حضورؐ اور صحابہ اکرامؓ نے جس مضبوط اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تھی وقت کے ساتھ وہ وسیع ہوتی چلی گئی اور پھر آہستہ آہستہ مختلف اسلامی ریاستیں وجود میں آنے لگیں، مختلف مسلم سپہ سالاروں نے اسلام کے فروغ اور اسلامی ریاستوں کی وسعت کے لیے گراں قدر جنگی کارنامے سرانجام دیئے۔ اقبال نے اپنے کلام میں ان عظیم مسلم سپہ سالاروں کی عظمت کو بیان کیا ہے اور ان کی بہادری اور قربانیوں کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ کلامِ اقبال میں جن مسلم سپہ سالاروں کا تذکرہ ہے اُن میں ایک نام ٹیپو سلطان کا بھی ہے۔ سلطان ٹیپو کا اصل نام سلطان فتح علی تھا وہ اور ان کے والد حیدر علی انگریزوں کے خلاف مسلسل مصروفِ جہاد رہے۔ حیدر علی کی وفات کے بعد ٹیپو سلطان، میسور کے فرماں روا بنے۔ وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف مسلسل سینہ سپر رہے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی میں برصغیر کے مسلمان خستہ حالی کا شکار تھے۔ وہ جمود و ناامیدی کا شکار ہو چکے تھے۔ ان کی سیاسی، معاشی، تہذیبی اور تمدنی حالت ابتری کا شکار تھی۔ اس ناگفتہ بہ حالت میں ریاست میسور سے غیرت و حمیت اور عزم و استقلال کی ایسی کرن پھوٹی جس نے برصغیر کے تمام مسلمانوں کو ان کی میراثِ حیات کا درس یاد دلا دیا۔ سلطان ٹیپو کی طبیعت میں ہمت و شجاعت، ذہانت و فطانت اور حریت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ برصغیر میں انگریزوں کو سب سے بڑی مزاحمت کا سامنا سلطان ٹیپو کی صورت میں ہوا۔ ٹیپو سلطان کا نظریہ تھا کہ آزادی سے برتر کوئی چیز نہیں اور غلامی سے بڑھ کر کوئی ذلت نہیں۔ ٹیپو سلطان کی ولادت ریاست میسور کے ایک قصبے دیون ہلی میں ہوئی۔ محمد الیاس ندوی لکھتے ہیں:

> ”حیدر علی نے کڑپہ کے گورنر میر معین الدین کی لڑکی فاطمہ بیگم سے جو فخر النساء بھی کہلاتی تھیں دوسری شادی کی اسی سے حیدر علی کے ہاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۷۵۰ء کو بنگلور سے شمال مشرق میں واقع ایک قصبہ دیون ہلی میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حیدر علی نے اپنے والد فتح محمد کے نام پر فتح علی اور آرکاٹ کے بزرگ ٹیپو مستان ولی کے نام پر جس کے مزار پر حاضر ہو کر فاطمہ بیگم نے نیک بخت فرزند کی ولادت کی دعا کی تھی ٹیپو سلطان رکھا۔“(۱)

ٹیپو سلطان کی ولادت ”دیوان ہلی“ میں ہوئی۔ جس کا نام سلطان ٹیپو نے ”یوسف آباد“ رکھا۔ حیدر علی نے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ ٹیپو کو اسلامی علوم سے خاص لگاؤ تھا اس کے علاوہ عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں پر بھی مہارت حاصل تھی۔ اردو زبان جو اپنے تشکیلی مراحل طے کر رہی تھی۔ سلطان اس زبان سے بھی آگاہ تھا۔ شہسواری، تیر اندازی، شمشیر زنی اور حربی

اصول وضوابط کا ٹیپو مکمل علم رکھتا تھا۔ ٹیپو سلطان نے بصیرت اور زورِ بازو سے میسور کی ریاست کو مزید مضبوط کیا۔ چونکہ ان کے والد حیدر علی خاں نے رسمی تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ جس کی وجہ سے بہت سے انتظامی اور جنگی معاملات میں حیدر علی کو ناموافق حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے انھوں نے ٹیپو کی تعلیم وتربیت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اس وقت کے مروجہ علوم کے ساتھ ساتھ ٹیپو کی دینی تعلیم اور حربی فنون کا بھی اہتمام کیا گیا۔ ان اقدامات کی وجہ سے سلطان پندرہ سال کی عمر میں ایک بہترین ادیب اور نڈر سپہ سالار کے طور پر سامنے آیا عین جوانی میں ہی سلطان حیدر نے اپنے بیٹے ٹیپو کو میدانِ جنگ میں اپنی بہادری دکھانے کے مواقع فراہم کیے۔ مدراس کی جنگ میں حیدر علی نے اپنی فوج کے ایک دستے کی کمان ٹیپو کے سپرد کر دی تھی۔ حافظ محمد احسن لکھتے ہیں:

> "سلطان کی عمر ابھی پندرہ سولہ برس کی تھی کہ اس کو میدان جنگ میں اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملا۔ ۱۷۶۸ء میں انگریزوں اور حیدر علی کے درمیان لڑائی شروع ہوئی۔ اس جنگ میں حیدر علی نے اپنی فوج کی کمان شہزادہ ٹیپو کے سپرد کی۔ ٹیپو نے اپنا جاہ وجمال پہلے پہل مدراس میں دکھایا۔ مدراس کے محاذ پر ہی اس نے انگریزی فوجوں کو پہلی شکست دی۔"(۲)

ٹیپو سلطان کی بہادری، حب الوطنی اور جذبہ جہاد کو دیکھتے ہوئے اقبال نے اس مردِ مجاہد کا تذکرہ اپنے کلام میں نہایت عقیدت کے ساتھ کیا ہے۔ اپنی کتاب ضربِ کلیم کی نظم بعنوان "سلطان ٹیپو کی وصیت" میں اقبال نے سلطان میسور کے اوصاف کو بہت زیادہ سراہا ہے۔ اسی نظم میں اقبال کہتے ہیں:

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول
اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول(۳)

مردِ مومن کی صفت ہے کہ اس کا دل عشقِ حقیقی کا مرکز ہوتا ہے اور پھر اس عشق کی انتہا کے لیے وہ کسی بھی لمحے اپنی جستجو کو ترک نہیں کرتا کسی دنیاوی منزل کی طلب اس کا مطمحِ نظر میں نہیں ہوتی۔ اقبال "ٹیپو سلطان کی وصیت" میں مردِ مومن کے لیے ایک تحریکی پیغام دیتے ہیں کہ اے مردِ مومن اگر تو ایک موج ہے تو اپنی جدوجہد سے ایک وسیع دریا بن جا اور اگر تجھے ساحل میسر ہو تو اس پر اکتفا نہ کر۔ اسی لیے اقبال کہتے ہیں:

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
مومن کا مقام ہر کہیں ہے(۴)

مومن کا جہاں محدود نہیں ہے۔ یہ کائنات اس کے لیے وجود میں آئی ہے۔ اس لیے اس کا کسی منزل پر جمود اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ مومن کا مقام یہ ہے کہ وہ عملِ پیہم کے ذریعے منزلیں طے کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کی فطرت میں تسخیرِ نفس کے ساتھ تسخیرِ کائنات کی طلب موجزن رہتی ہے۔ وہ اپنے عملی کردار اور درخشاں اخلاق کے ذریعے کائنات کے رازوں سے پردہ اٹھاتا رہتا ہے۔ اس کے سامنے کائناتِ عالم کا وجود اپنے اندر وسعتوں کے ساتھ غور وخوض کا متقاضی ہوتا ہے اور اس پہ فکر و عمل کی جستجو ہی اس کا عملی نمونہ بنتی ہے۔ اسی حوالے سے اقبال کا شعر ہے:

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے(۵)

انسان جہاں نائبِ خدا ہے وہاں تسخیر کائنات اس کی سرشت میں شامل ہے کیونکہ کائنات کے تمام رنگ اس کے لیے تخلیق کیے گئے ہیں۔ اس کی سوچ وسیع، اس کا عزم بلند اور اس کی منزل جُزِ کائنات نہیں کُلِ کائنات ہونی چاہیے۔ اس کی سوچ عامیانہ نہیں بلکہ فاضلانہ اور محققانہ ہونی چاہیے۔ عقل کی غلامی انسانی سوچ اور تخیلاتی دائرے کو محدود کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس عشق کے ذریعے مردِ مومن دل کی بینا آنکھ کے توسط سے کائنات کے پردوں کو چاک کر کے مخفی رازوں کو آشکار کرتا ہے۔ یہ راز انسان، کائنات اور خالق کائنات کی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ اقبال اسی لیے کہتے ہیں کہ انسان نہ تو عقل کا غلام ہو اور نہ اپنی جستجو کو محدود رکھے۔ اسی نکتہ کو اقبال ٹیپو سلطان کی وصیت میں بیان کرتے ہیں:

کھویا نہ جا صنم کدہ کائنات میں!
محفل گداز! گرمیِ محفل نہ کر قبول
صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو ، وہ دل نہ کر قبول
باطل دوئی پسند ہے ، حق لاشریک ہے
شرکتِ میانہ حق و باطل نہ کر قبول(۶)

کائنات بت خانوں سے بھری پڑی ہے۔ لیکن مرد مومن بت شکن ہے اس کی خودی سے کائنات عالم کی نبض رواں ہے۔ وہ محفل کی گرمی میں مدہوش نہیں ہوتا۔ وہ تو عیش و عشرت کی زندگی سے دور ہوتا ہے۔ اقبال ٹیپو سلطان کی وصیت میں مردِ مومن کے لیے پیغام رساں ہیں کہ تخلیق کے وقت حضرت جبریلؑ نے نصیحت کی تھی کہ ایسا دل قبول نہ کرنا جو عقل کا غلام ہو کیونکہ انسانی عقل ہمیشہ ذاتی

نفع اور نقصان کی گردش میں پڑی رہتی ہے اور عشق انسان کو نفع ونقصان سے بالا کر کے کلمۃ اللہ کے احیا کے لیے ہر خطرے سے لڑ جانے کا درس دیتا ہے۔ اسی بات کو اقبال اس شعر میں بیان کرتے ہیں:

بے خطر خود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی(۷)

عشق خطرات وخدشات کو نہیں دیکھتا جہاں عقل محوِ حیرت ہو جاتی ہے، وہاں عشق اپنی منازل طے کر تا چلا جاتا ہے۔ سلطان ٹیپو کی یہ نصیحت ہر دور کے مسلمان کی ضرورت ہے۔ خود سلطان ٹیپو کی عملی زندگی مسلم امہ کے لیے عملی نمونہ ہے۔ باطل کی تعلیمات طاقتور کی اطاعت ہے اور حق کی تلقین ہے کہ خدائے واحد کے علاوہ کسی کے آگے سر نہ جھکایا جائے۔ آخری شعر "ٹیپو کی نصیحت" میں اسی بات کی وضاحت ہے۔ اے مردِ مومن حق کے ساتھ باطل کو شامل نہ کر۔ تیرا مقصود حق کی پیروی ہے اور جب حق کا نعرہ بلند کرتا ہے تو اس میں طاغوتی طاقتوں کی اطاعت کو شامل نہ کر۔ حق وباطل کی کشمکش میں مومن سیسہ پلائی دیوار بن کر حق کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن(۸)

مومن جہاں شفیق القلب، ہمدرد، مہربان اور درگزر کرنے والا ہوتا ہے، وہاں معرکۂ حق وباطل میں ڈٹ جانے والا مردِ مجاہد ہوتا ہے۔ رزمِ حق وباطل میں وہ فولاد اور چٹان کی طرح مضبوط کھڑا رہتا ہے۔ میدانِ جنگ میں اس کے پاؤں کبھی بھی لڑکھڑاتے نہیں بلکہ کراری صورت میں باطل کے خلاف سینہ سپر رہتا ہے۔ مومن کی صفات میں شامل ہے کہ وہ آپس میں نرم طبیعت کا مالک ہوتا ہے جبکہ دشمنانِ اسلام کے خلاف عزم واستقلال اور بہادری کا پیکر ہوتا ہے۔ وہ اپنے جذبہ جہاد اور طلب شہادت میں اس قدر منہمک ہوتا ہے۔ کہ باطل کے کسی بھی حربے سے متزلزل نہیں ہوتا۔ اس حوالے سے اقبال سلطان ٹیپو کی شہادت اور عظمت کو بیان کرتا ہے:

آں شہیدانِ محبت را امام
آبروئے ہندو چین و روم و شام
نامش از خورشید و مہ تابندہ تر
خاکِ قبرش از من و تو زندہ تر
عشق رازے بود بر صحرا نہاد
تو ندانی جاں چہ مشتاقانہ داد
از نگاہِ خواجۂ بدر و حنین

فقر و سلطاں وارثِ جذبِ حسینؑ(۹)

”یہ سلطان ٹیپو ہے جو شہدا کا امام اور ہند و چین و روم کی آبرو ہے۔ اس کا نام خورشید و ماہ سے زیادہ چمک رہا ہے۔ اس کی قبر کی خاک ہم سے زیادہ زندہ ہے۔ عشق ایک راز تھا جسے اس نے عیاں کر دیا تو نہیں جانتا کہ اس نے کس مشتاقانہ انداز سے جان دی۔ خواجہ بدر و حنین کی نگاہ فیض سے سلطان شہید کا فقر جذبِ حسینؑ کا وارث تھا۔“

اقبال نے اس عظیم سپہ سالارِ اسلام کو شہدا کا امام کہا ہے اور اسے نہ صرف برصغیر بلکہ چین و روم اور شام کی آبرو کہا ہے کیونکہ سلطان کی بہادری اور جذبہ جہاد اس پورے خطے کے لیے ایک مثال بن گیا۔ آج اُسی جذبہ جہاد اور عزم و استقلال کی وجہ سے اس مرد مجاہد کا نام خورشید و ماہ سے زیادہ روشن ہے اور اس کی قبر کی خاک ہم سے زیادہ زندہ ہے۔ اقبال اس عظیم مجاہد کی شہادت کو عشق کے عظیم راز سے تشبیہ دیتے ہیں۔ حضورؐ سرور کائنات کی محبت دل میں رکھے ہوئے یہ عظیم سپہ سالار شہید کربلا کے جذبے کا وارث تھا۔ جس طرح امام حسینؓ تن تنہا یزیدی فوج کے سامنے سینہ سپر کھڑے رہے اور جام شہادت نوش کیا اسی طرح ٹیپو سلطان بھی آخری وقت میں دشمن کے نرغے میں تھے۔ جان بچا سکتے تھے، لیکن جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے شجاعت و بہادری کی عظیم داستان رقم کی۔ محمد الیاس ندوی لکھتے ہیں:

> ”دورانِ جنگ پیاس سے بے قرار سلطان بار بار اپنے غلام سے پانی طلب کرتا رہا لیکن اس شقی القلب ضمیر فروش ملازم نے ایک قطرہ پانی بھی سلطان کو نہیں دیا۔“(۱۰)

سلطان کی فوج میں بہت سے غدار تھے۔ ان میں ایک پانی کی چھاگل پکڑے وہ ملازم تھا جو دورانِ جنگ پانی کے لیے موجود تھا۔ اس نے طلب کرنے کے باوجود سلطان کو پانی کا ایک قطرہ نہیں دیا۔ کربلا کے لق و دق صحرا میں نواسہء رسول دوران جنگ پیاس کی شدت سے نڈھال تھے۔ اسی طرح سلطان بھی معرکہء کارساز میں پیاس سے بے حال تھے لیکن غدار شقی القلب غلام نے پانی کا ایک قطرہ سلطان کو نہیں دیا۔ اسی منظر کو دیکھتے ہوئے اقبال نے سلطان ٹیپو کو جذبہ حُسین کا وارث قرار دیا جنگ کے دوران میں اگر سلطان ٹیپو چاہتے تو جان بچا سکتے تھے مگر انھوں نے جان بچانے کی بجائے میدان میں لڑنے اور رہ حق میں شہادت پانے کو ترجیح دی۔ محمد الیاس ندوی لکھتے ہیں:

> ”اس دوران سلطان کے ایک نو مسلم خادم راجہ خاں نے سلطان کو آواز دی کہ حضور اگر اب بھی آپ اپنی جان کی حفاظت کے لیے خود کو دشمن کے حوالہ کر دیں تو وہ آپ کے منصب کا پاس رکھ کر آپ کی جان بخش دیں گے۔ سلطان یہ الفاظ سن کر جلال میں آ گیا۔ غصہ سے کانپتے ہوئے پلٹ کر بلند آواز سے کہنے لگا ”میرے نزدیک شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔“ “(۱۱)

جب تک سلطان کے جسم میں طاقت اور سانس باقی رہی۔ سلطان دلیری کے ساتھ لڑتا رہا اور آخری دم تک مزاحمت کرتا رہا۔ جنگ کے دوران جب فوجیں آمنے سامنے تھیں اور گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا۔ سلطان اگر میدان چھوڑنا چاہتے تو آسانی سے وہاں سے نکل

سکتے تھے لیکن انھوں نے کمالِ شجاعت سے تاریخی لفظ دہراتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ تاریخ ہمیشہ بہادروں کو یاد رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی سلطان ٹیپو کا نام بہادری کا استعارہ ہے۔ ان کی شہادت نے جذبہ حریت کی تاثیر کو جلا بخشی ہے۔ حافظ محمد احسن لکھتے ہیں:

> ''گورا فوج برابر بڑھ رہی تھی جنرل بیرڈ بھی اس کے ہمراہ تھا۔ کینہ و کدورت کا دھواں ابھی تک اس کے دل و دماغ پر چھا رہا تھا۔ آخر کچھ انگریز سپاہی سلطان کے قریب آگئے۔ ایک سپاہی نے زریں پیٹی پا ہاتھ ڈالا سلطان نے پلٹ کر تلوار کا وار کیا جس سے اس کا گھٹنا زخمی ہو گیا۔ سپاہی نے فوراً نشانہ تاک کر گولی چلائی وہ سلطان کی کن پٹی کو چیر کر نکل گئی اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔''(۱۲)

تاریخ گواہ ہے انگریزوں کے خلاف ہندوستان میں جس قدر سلطان ٹیپو نے مزاحمت اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں نے نہ صرف میسور پر قبضہ کیا بلکہ پورے ہندوستان کے دروازے ان پر کھل گئے اقبالؒ ان کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

رفت سلطاں زیں سرائے ہفت روز
نوبتِ او در دکن باقی ہنوز
حرف و صوتم نام و فکرم ناتمام
کے تواں گفتن حدیثِ آں مقام(۱۳)

> ''سلطان شہید اس دنیا سے جا چکا ہے مگر دکن میں اس کے مرقد پر اب تک نوبت بجتی ہے۔ میرے الفاظ میری آواز دونوں خام ہیں۔ میری سوچ ناتمام ہے میں اس مقام کی شان کیسے بیان کر سکتا ہوں۔''

اقبال ٹیپو سلطان کی شہادت کو عقیدت و احترام کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس عارضی دنیا میں کوئی بھی وجود دائمی نہیں ہے۔ سلطان نے جس شان و شوکت اور رعب و دبدبے کے ساتھ انگریزوں کا مقابلہ کر کے شہادت کا جام نوش کیا اس کی عظمت آج بھی سلطان کے مرقد پر نظر آتی ہے۔ آج بھی سلطان کی یاد میں اس کے مرقد پر نقارہ بجایا جاتا ہے۔ سلطان کی بہادری اور شجاعت کے صرف مسلمان اور فرانسیسی معترف نہیں تھے انگریزی فوج جو سلطان کی بہادری دیکھ رہی تھی شہادت کے بعد سلطان کے جنازے میں ساتھ ساتھ چل کر عظمتِ سلطان کی گواہی دے رہی تھی۔ محمد الیاس لکھتے ہیں:

"انگریز فوج کی چار کمپنیاں میت کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں لوگوں کی بے پناہ بھیڑ سے جنازہ آہستہ آہستہ جارہا تھا محل گلیاں اور بازار سنسان تھے۔ جنازہ میں سب سے آگے قاضی شہر تھے جو قرآنی آیات بلند آواز سے پڑھ رہے تھے اور لوگ اسے دہرا رہے تھے۔ راستہ میں بلا تفریق ومذہب وملت مزید لوگ اس جلوس میں شامل ہوتے گئے۔"(۱۴)

سلطان کی عظمت اور جرات کا اعتراف اس سے بڑھ کر کیا ہو گا کہ دشمن ان کے جنازے کے احترام میں سر جھکائے پیدل چل رہے تھے۔ ان کے جنازے پر مسلمان آیات کا ورد کرتے چلے جارہے تھے میسور کی عوام جہاں غم سے شکستہ دل تھی وہاں دشمن کے لبوں پر سلطان کی بہادری کے قصے تھے۔ اقبال کہتے ہیں کہ آج بھی یہ جاہ وجلال اور یہ شان وشوکت سلطان ٹیپو کے مرقد پر نظر آتی ہے اور یہ کیفیت ایسی ہے جس کو لفظوں کے ذریعے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ سلطان نے زندگی کا راز جان کر اپنی حیات کو امر کر دیا اور آج بھی حیات جاوداں کا نظارہ سلطان کے مقبرہ پر دیکھنے کو ملتا ہے۔ اقبال یہ منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

زائرِ شہرو دیارم بودہٖ
چشمِ خود را بر مزارم سودہٖ
اے شناسائے حدودِ کائنات
در دکن دیدی ز آثارِ حیات(۱۵)

"تو نے میرے شہر دیار کی زیارت کی ہے۔ تیری آنکھوں نے میرے مزار کو مس کیا ہے تو حدودِ کائنات کا شناسا ہے۔ کیا تو نے دکن میں زندگی کے آثار دیکھے ہیں؟"

دکن جہاں سلطان نے زندگی کے اصل راز سے پردہ اٹھایا آج بھی سلطان کی عظمت کے نشانوں سے سرشار ہے۔ بدقسمتی سے آج مسلم اللہ مادیت اور مغرب کے دیے گئے نظام کے شکنجے میں پھنس چکی ہے۔ زندگی کے اصل راز سے ناآشنا ہے۔ آج بھی سلطان کا مزار جاہ وجلال اور عظمت کے کرشموں کے ساتھ ابدی حیات کا راز آشکار کر رہا ہے۔ سرزمینِ دکن آج بھی سلطان کے عظیم الشان کارنامے کی آئینہ دار ہے۔ اقبال "دریائے کاویری کے نام سلطان ٹیپو شہید کا پیغام" میں لکھتے ہیں:

رودِ کاویری یکے نرمک خرام
خستہ شاید کہ از سیر دوام!
در کہستاں عمر ہا نالیدہ
راہِ خودرا بامژہ کا ویدہ

اے مرا خوشتر زجیحون و فرات
اے دکن را آبِ تو آبِ حیات(۱۶)

”دریائے کاویری ذرا آہستہ چل شاید تو مسلسل رواں رہنے سے تھک چکا ہے۔ تو ساری عمر کہستاں میں فریاد کناں رہا۔ تو نے نیا راستہ اپنا پلکوں سے کھودا ہے۔ میری نظر میں تو جیجوں و فرات سے خوشتر ہے تیرا پانی دکن کے لیے آبِ حیات ہے۔“

دریائے کاویری کا شمار بھارت کے بڑے دریاؤں میں ہوتا ہے۔ یہ ریاست کرناٹک کا اہم دریا اور دکن کی سرزمین سے گزرتا ہے۔ سلطان ٹیپو اس نظم میں دریا سے مخاطب ہیں۔ اے دریا! آہستہ چل تو مسلسل رواں رہتا ہے تو نے اپنے لیے خود راستہ بنایا ہے اور تیرا پانی دکن کے لیے زندگی کی علامت ہے سلطان اپنی عظمت اس دریا سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اے ترا سازے کہ سوزِ زندگی است
ہیچ میدانی کہ ایں پیغام کیست؟
آنکہ میدانی طوافِ سطوتش
بودہ آئینہ دار دولتش
آنکہ صحرا ہا زتد بیرش بہشت
آنکہ نقشِ خود بخونِ خود نوشت(۱۷)

وہ دریا جس کی (لہروں) کا ساز سوزِ زندگی پیدا کر رہا ہے۔ کیا تو جانتا ہے کہ کون تجھ سے ہمکلام ہے، تو جانتا ہے کہ یہ وہ شخص ہے تو جس کی سطوت کا طواف کر تا رہا جس کی تدبیر نے صحراؤں کو بہشت بنا دیا۔ جس نے اپنا نقش (حیات) اپنے خون سے رقم کیا۔

اقبال اپنی اس نظم میں سلطان کی بہادری، عظمت و ہمت، عزم و استقلال کا دریائے کاویری کو گواہ بناتے ہیں۔ جس سے خود سلطان مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تو جانتا ہے کہ کون تجھ سے مخاطب ہے کیونکہ تو اس کے مرتبے و عظمت کا طواف کر تا رہا ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ میں نے اپنی زندگی کا نقش اپنے خون سے بنایا ہے۔ میں نے غلامی کی زندگی اور باطل قوتوں کے مقابلے میں موت کو ترجیح دی۔ میرا خون مسلم امہ کے جذبہ حریت کے لیے نمونہ عمل ہے۔ میرا پیغام حریت آنے والی نسلوں کے لیے ایسی مثال ہے۔ جس کی جھلک ہر دور کے معرکہ حق و باطل میں دیکھائی دے گئی۔ اسی نظم میں اقبال مزید لکھتے ہیں:

آنکہ خاکش مرجع صد آرزوست
اضطرابِ موجِ تو از خونِ اوست

آنکہ گفتارش ہمہ کردار بود
مشرق اندر خواب و بیدار بود(۱۸)

”جس کا مرقد آج سینکڑوں آرزوؤں کا مرجع ہے تیری موجوں کا اضطراب اسی خون کے باعث ہے جس کی گفتار سراپا کردار تھی۔ سارا مشرق سورہا تھا مگر وہ بیدار تھا۔“

ٹیپو دریا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تیری موجوں میں اضطراب میرے خون کی وجہ سے ہے جب سارا مشرق انگریزوں کے ڈر سے خاموش ہو کر غلامی قبول کر رہا تھا تو میں نے نعرہ حق بلند کرتے ہوئے انگریزوں کا مقابلہ کیا کیونکہ میں زندگی کا اصل راز جان گیا تھا۔ زندگی کی بقا شہادت کی موت میں ہے۔ اس راز کو سلطان نے اپنی شہادت سے واضح کیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے کردار زندگی کو موت کی طرح گزار کر ماضی کے نہاں خانوں میں چھپ جاتے ہیں اور بہت سے کردار ایسے ہیں جو موت کی حقیقت جان کر حیاتِ جاودانی کا روپ دھار لیتے ہیں۔ اقبال اسی راز کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

زانکہ در عرضِ حیات آمد ثبات
از خدا کم خو استم طولِ حیات!
زندگی را چیست رسم و دین و کیش؟
یک دمِ شیری بہ از صد سالِ میش(۱۹)

”میں نے اللہ سے لمبی زندگی نہیں مانگی کیونکہ زندگی پیش کر دینے ہی میں اس کی بقا ہے۔ زندگی کی رسم وراہ و دین و آئین کیا ہے۔ شیر کا ایک لمحہ بھیڑ کے سو سال سے بہتر ہے۔“

زندگی ایک مخصوص وقت ہے جو پورا ہونے کے بعد موت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ٹیپو سلطان اسی نکتے کو بیان کرتے ہیں کہ میں نے خالقِ حیات سے لمبی زندگی نہیں مانگی کیونکہ میں آگاہ ہوں اس راز سے زندگی پیش کر دینے میں ہی بقا ہے اور زندگی کا آئین یہی ہے کہ شیر کا لمحہ بھیڑ کے سو سال سے بہتر ہے۔ شیر جس کی ہیبت سے جانور بھاگتے ہیں اور وہ میدان میں بہادری کی علامت ہے۔ ٹیپو سلطان اسی صفت شجاعت کے داعی تھے اور ان کی پوری زندگی اسی اصول پر گزری۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ ایسی مضبوط ریاست کا مالک کس طرح انگریزوں سے شکست کھا گیا؟ اگر حقائق کو دیکھا جائے تو سلطان کے پاس بہترین فوج، اسلحہ بارود اور گھوڑے دستیاب تھے۔ اس حوالے سے محمد الیاس لکھتے ہیں:

”دارالسلطنت کے آس پاس جنگوں میں مسلسل مصروف رہنے والی ایک لاکھ فوج کے علاوہ حکومت کا نظم و نسق سنبھالنے والے سپاہیوں کی تعداد بھی ایک لاکھ اسی ہزار کے قریب

تھی۔ ساٹھ ہزار گھوڑے جس میں خالص عربی نسل کے ہی نصف کے قریب تھے۔ چھ ہزار اونٹ نو سو ہاتھی ۲ لاکھ سے زائد تلواریں ۲۲ ہزار توپیں، چھ لاکھ مختلف ساخت کی بندوقیں اور بے حساب دیگر چھوٹے موٹے ہتھیار اور گولہ بارود سرکار میسور کی ملکیت میں تھے۔"(۲۰)

سپاہیوں کی تعداد کے لحاظ سے اور حربی ساز و سامان کے لحاظ سے میسور ایک مضبوط اور مستحکم سلطنت تھی۔ سلطان ٹیپو کی شکست کی وجہ اپنوں کی بے وفائی اور غداری تھی۔ غداروں میں حیدر بخش، کرشناراؤ، میر صادق، ترمل راؤ پورنیا، لکشمی امانی، میر عالم، میر غلام علی لنگڑا، میر معین الدین، میر قمر الدین، میر قاسم علی، ایاز خان اور راجہ خاں جیسے آستین کے سانپوں نے سلطان سے غداری کی اور اس عظیم مسلم حکمران وسپہ سالار کی شکست اور شہادت کا موجب بنے۔ تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ بہت ساری جنگوں میں مسلمان کم تعداد اور قلیل اسلحہ کے باوجود فاتح رہے۔ سلطان ٹیپو کے پاس نہ اسلحے کی کمی تھی نہ فوجیوں کی قلت تھی۔ سلطان کی شکست کی وجہ صرف اپنوں کی غداری تھی۔ اقبال اس حوالے سے لکھتے ہیں:

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ آدم ننگِ دیں ننگِ وطن
ناقبول و ناامید و نامراد
ملتے ازکارِ شاں اندر فساد
ملّتے کو بندِ ہر ملّت کشاد
ملک و دینش از مقامِ خود فتاد(۲۱)

"بنگال کا جعفر اور دکن کا صادق جو انسانیت، مذہب اور وطن سب کے لیے باعثِ ننگ ہیں یہ دونوں مردود، ناامید اور ناکام رہے مگر ان کی غداری سے پوری قوم فساد کی نظر ہو گئی۔ وہ ملت اسلامیہ جس نے ہر ملت کی غلامی کے بند کھولے تھے اس کی سلطنت اور اس کا دین اپنے بلند مقام سے نیچے گر گیا۔"

جنگی کامیابی کا دارومدار جہاں فوج کی عددی اکثریت اور اسلحہ فراوانی پر ہوتا ہے، وہاں دشمن کی نقل و حرکت اور ارادوں سے آگاہ ہونا لازمی امر ہے۔ سلطان کی شکست اور شہادت کی سب سے بڑی وجہ سلطان کی فوج میں وہ غدار تھے جو دشمن کو پل پل کی خبر دے رہے تھے۔ بعض دفعہ ایک غدار کی غداری کا خمیازہ پوری نسل بھگتتی ہے۔ اسی لیے اقبال میر جعفر اور میر صادق کو مذہب اور وطن کے لیے

باعثِ ننگ قرار دیتے ہیں۔ جن کی ضمیر فروشی کی وجہ سے پورا میسور غلامی اور ذلت کی زد میں چلا گیا۔ سلطان کی شکست کی سب سے بڑی وجہ میر صادق کی غداری تھی جس نے انگریزوں سے ساز باز کر کے سلطان کے تمام منصوبوں اور خفیہ معلومات کو انگریزوں تک پہنچا دیا۔ اس حوالے سے محمد الیاس لکھتے ہیں:

> ”وہ انگریز کمپنی کو سلطان کی فوجی تیاریوں کو اطلاع بھی برابر پہنچاتا رہا چونکہ بڑا چاپلوس تھا اور بات بات پر قرآن کی قسم کھاتا تھا۔ اس لیے اس کی باتوں پر سلطان کو شبہ نہیں ہوتا تھا۔“(۲۲)

اس نمک حرام کی غداری کے سبب شیر میسور کو شکست ہوئی۔ آج بھی لوگ اس قبر پر سے گزرتے ہوئے تھوکتے ہیں اور اس پر لعن طعن کرتے ہیں۔ اقبال اس کی غداری پر مزید لکھتے ہیں:

ملتے راہر کجا غارت گرے است
اصلِ او از صادقے یا جعفرے است(۲۳)

”جہاں کہیں کوئی ملت تباہ ہوتی ہے اس کی تہہ میں کوئی صادق ہوتا ہے کوئی جعفر ہوتا ہے۔“

اگر عظیم مسلم سپہ سالاروں اور ان جنگوں کو دیکھا جائے جن میں ملت کے مجاہدوں کو نقصان پہنچا یا شکست ہوئی تو اس کی بڑی وجہ جعفر و صادق جیسے غدار تھے جنہوں نے اپنا ضمیر بیچ کر ملت کا سودا کیا۔ سلطان ٹیپو جیسے مسلم سپہ سالار کی شکست کی وجہ بھی میر صادق جیسے لعینوں کی غداری تھی، اسلامی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان جب تک وحدت کی لڑی میں پروئے رہے اور ان کی صفوں میں غدار نہیں تھے تب تک ان کی طاقت مستحکم اور سلطنت مضبوط رہی اور اسلام کی وسیع سلطنت کا قیام بھی ملی وحدت کی وجہ سے تھا۔ مضبوط مسلم ریاستیں اور عظیم مسلم سپہ سالار کی طاقت کا مرکز و محور ملی وحدت اور انسانی مساوات پر تھا۔ میر صادق اور میر جعفر جیسے غداروں نے جہاں اپنے سپہ سالاروں اور حکمرانوں سے غداری کی وہاں مضبوط مسلم ریاستوں پر کاری ضرب لگائی، خاص طور پر سلطان ٹیپو کی شہادت اور ریاست میسور کی تباہی مسلمانوں میں موجود غداروں کی وجہ سے ہوئی۔ جنھوں نے دنیاوی لالچ کے لیے مسلمان کے مال و دولت اور عزت و ناموس کو دشمنوں کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔ آج بھی ان غداروں سے پوری مسلم امہ نفرت کرتی ہے اور ٹیپو سلطان جیسے بہادر سپہ سالاروں کو خراجِ تحسین پیش کرتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب تک مسلمانوں میں اخوت جذبہ ایمانی اور جذبہ جہاد موجود رہا وہ پورے عالم پر غالب قوم کی حیثیت سے چھائے رہے لیکن بد قسمتی سے جب ملی وحدت کا شیرازہ بکھرا اور مغرب کی مادیت پرستی کا رجحان بڑھا، تو مسلم امہ اپنے اسلاف کی میراث کو برقرار نہ رکھ سکی۔ دنیاوی لالچ میں پڑے غداروں نے مختلف علاقوں میں پوری پوری ریاستوں کو غلامی کی دلدل میں

پھینک دیا۔ جیسا کہ میر صادق کی غداری نے میسور کے مسلمانوں پر وہ کاری ضرب لگائی جس کا خمیازہ برصغیر کے مسلمانوں کو ڈیڑھ سو سال تک بھگتنا پڑا۔

حوالہ جات

1۔ محمد الیاس ندوی: "ٹیپو سلطان شہید" ایمان پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۶۷۔۶۸

2۔ حافظ محمد احسن: "۱۰۰ عظیم مسلم جرنیل" طیب شمشاد پرنٹرز، لاہور، ۲۰۲۲ء، ص ۵۳۵

3۔ محمد اقبال: "ضربِ کلیم" مشمولہ "کلیاتِ اقبال (اردو)" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۵۳۴۔۵۳۵

4۔ ایضاً، ص ۳۹۵

5۔ ایضاً، ص ۳۴۱

6۔ ایضاً، ص ۵۳۵

7۔ ایضاً، ص ۲۷۸

8۔ ایضاً، ص ۵۰۷

9۔ محمد اقبال: "جاوید نامہ" مشمولہ "کلیاتِ اقبال (فارسی)" ص ۱۵۰۰

10۔ محمد الیاس ندوی: "ٹیپو سلطان شہید" ایمان پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۹ء ص ۲۰۲

11۔ ایضاً، ص ۲۰۱

12۔ حافظ محمد احسن: "۱۰۰ عظیم مسلم جرنیل" ص ۲۶۵

13۔ محمد اقبال: "جاوید نامہ" مشمولہ "کلیاتِ اقبال (فارسی)" ص ۱۵۰۰

14۔ محمد الیاس ندوی: "ٹیپو سلطان شہید" ص ۲۰۷

15۔ محمد اقبال: "جاوید نامہ" مشمولہ "کلیاتِ اقبال (فارسی)" ص ۱۵۱۸

16۔ ایضاً، ص ۱۵۲۲

17۔ ایضاً، ص ۱۵۲۲

18۔ ایضاً، ص ۱۵۲۴

19۔ ایضاً، ص ۱۵۲۶

20۔ محمد الیاس ندوی: "ٹیپو سلطان شہید" ص ۱۱۵

21۔ محمد اقبال: ''جاوید نامہ'' مشمولہ ''کلیاتِ اقبال (فارسی)'' ص ۱۴۴۴
22۔ محمد الیاس ندوی: ''ٹیپو سلطان شہید'' ص ۲۲۸
23۔ محمد اقبال: ''جاوید نامہ'' مشمولہ ''کلیاتِ اقبال (فارسی)'' ص ۱۴۵۰